***** شریعت میں کا فر کی جان ومال اور عزت کا حکم ۔۔۔؟؟ *****

جب سے الدولۃ الاسلامیہ کے ہاتھوں "جیمز فولی" نامی امریکی فوجی یا صحا فی یا عام شہری (جو بھی کہہ لیں) کا سر اتارا گیا ہے ، یوں لگتا ہے کہ جیسے لوگوں پر قیامت ٹوٹ پڑی ہے ۔ سب سے زیادہ غمزدہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اس بات کا بیڑہ اٹھایا ہوا ہے کہ ہرحال میں الدولۃ الاسلامیہ کے خلاف ایک پروپگینڈے کا محاذ کھڑا رکھنا ہے ۔ ان کے ہر عمل چاہے کتنا ہی عین شریعت کے مطابق ہو اس کو باطل اور خلاف شریعت ثآبت کرنا ہے اور اگر شریعت کے احکامات کو توڑ مروڑ کر بھی اس کے خلاف کوئی رائے نہ بن سکے تو کم از کم خلاف حکمت و بصیرت کہہ کر اس کو ردی کی ٹوکری میں ڈال دینا ہے ۔

اس کام میں سب سے پیش پیش وہ طبقہ ہے جوکہ آل سعود کے مرتد طواغیت کے ریال کی چمک کی وجہ سے کھلے عام یا پھر اندرونی طورپر محبت رکھتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ سعودی عرب میں حدود اللہ نافذ ہیں اور توحید کا پرچم بلند ہے ۔

یہ ہی وہ طبقہ ہے جس نے ایک امریکی کے سر کٹنے پر ایک طوفان کھڑا کردیا ہے اور ان کی صفوں میں ،ان کے ٹویٹس میں، ان کی کمنٹس میں صف ماتم بچھا ہوا ہے ۔ گویا کہ ایک امریکی کا کیا سر قلم ہوگیا پوری انسانیت کا سر قلم ہوگیا ۔۔۔۔۔۔۔

کوئی کہہ رہا ہے کہ:
" یہ ایک غیر شرعی اور چنگیزی عمل ہے جس کی اسلام میں کوئی گنجائش نہیں "

کوئی کہہ رہا ہے کہ :
"یہ جہاد کو بدنام کرنے کی ایک سازش ہے۔ کیونکہ جہادی عمل میں اس کی کوئی گنجائش نہیں "۔

کوئی کہہ رہا ہے کہ :
" اس عمل سے مسلمانوں پر ایک مصیبت کا دروازہ کھل جائے گا "۔

ان تمام مفروضوں کو سامنے رکھتے ہوئے اگر بالفرض محال یہ اگر یہ قبول بھی کرلیا جائے جس امریکی کا الدولۃ الاسلامیہ نے سر اتارا ہے وہ نہ فوجی تھا اور نہ صحا فی بلکہ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ وہ ایک عام شہری تھا تو اس کے باوجود بھی اس کے قتل پر الدولۃ الاسلامیہ پرشرعی طور پر نہ کوئی الزام ثابت کیا جاسکتا ہے اور نہ اس کو مجرم قرار دیا جاسکتا ہے ۔ اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جو کافر بھی "غیر حربی" نہ ہو، وہ ایک عام مسلمان کے لئے بھی " مباح الدم " ہوتا ہے کہ جس کو بلا وجہ قتل
کردے یا اس کا مال لوٹ لے تو اس پر بھی مسلمان پر کوئی مواخذہ نہیں ۔

اس موضوع سے تعلق رکھنے والی ایک کتاب سے استفادہ پیش خدمت ہے جس سے اس موضوع کو سمجھنے میں اچھی طرح مدد لے گی ۔

”الحکم الاصلی حول الاموال والاعراض ودماء الکافرین فی الشریعۃ“
شریعت میں کفار کے جان ومال اور عزت کے حوالے سے ”حکم اصلی“

کفر کا وصف ہی ایک انسان کو”حربی“بنادیتاہے :۔
چناچہ قرآن کریم ،احادیث مبارکہ اور اس کی روشنی میں سلف و صالحین کے اقوال و فتاوی کے مطابق شریعت میں کفار کے بارے

میں حکم کا خلاصہ یہ ہے کہ:۔

”ہر کافرکے بارے میں شریعت کا “حکمِ اصلی“یہ ہے کہ وہ حربی (جنگجو)ہے اور اس کی جان و مال اور عزت ایک مسلمان کے لئے حلال ہے جب تک کہ اس کا شرعی بنیادوں پر غیرِحربی ہونا ثابت نہ ہوجائے۔ چاہے یہ "غیر حربی" ہونا دار الاسلام سے کسی معاہدے کی وجہ سے ہو،یا مسلمانوں کی طرف سے امان دیئے جانے کی وجہ سے ہو،یا پھردار الاسلام کے تحت ان کا ذمی بن جانے کی صورت میں ہو،یا پھر اُن صورتوں میں سے کوئی ایک ہوجن کی وجہ سے شریعت نے ان کو استثنیٰ دیا ہوا ہوجیسے کہ کفار کی عورتیں ، بچے ،بوڑھے وغیرہ۔لیکن بعض صورتوں اور وجوہات کی بنیاد پر یہ استثنائات بھی ختم ہوجاتے ہیں ، جیسا کہ ان کفار کی عورتوں ، بچوں ،بوڑھوں وغیرہ میں سے کسی کا مسلمانوں کے خلاف جنگ میں کسی بھی طرح شریک ہونا ،یا پھر معاہدے کی خلاف ور زی کرنا ،یا پھر شریعت کااستہزا ،یاپھر ان کا دیگر کفار میں گڈ مڈ ہوجانا ،یا کفار کا ان کو ڈھال بنا لینا یا پھر معاملہ بالمثل کی وجہ سے،تواس صورت میں ان کی بھی جان اور مال کی حرمت اٹھ جاتی ہے“۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

’’بأن اللّٰہ تبارک وتعالی حرم دم المؤمن ومالہ إلا بواحدة ألزمہ إیاہا وأباح دم الکافر ومالہ إلا بأن یؤدی الجزیة أو یستأمن إلی مدة‘‘

(الآم،ج۱،ص۳۰۱)

’’اللہ تبارک وتعالیٰ نے مومن کا خون اور مال حرام کیا ہے سوائے ایک الزام کہ جووہ اپنے اوپر لے(یعنی مرتد ہوجائے) اور کافر کا خون اور مال مباح رکھا ہے سوائے اس کے کہ وہ جزیہ اداکرے یا اس کو ایک مدت کے لئے امان مل جائے“۔

امام شافعی رحمہ اللہ کفار پر شب خون مارنے کے دوران بچوں اور عورتوں کے نشانہ بن جانے کے حوالے سے فرماتے ہیں:

((ومعنی قولہ ”منھم“انھم یجمعون خصلتین ان لیس لھم حکم الایمان الذی یمنع بہ الدم ولا حکم دار الایمان الذی یمنع بہ الغارۃعلی الدار‘‘

(الرسالۃ:۲۹۹)

’’اور اللہ کے رسول ﷺ کا یہ کہنا ہے کہ (ہم منہم))”یہ انہی میں سے ہیں“کا مطلب یہ ہے کہ ان میں دو خصوصیا ت ہیں،ایک یہ کہ ان پر ”ایمان “ کا حکم نہیں ہے (یعنی مسلمان نہیں ہیں)جس سے ان کا خون حرام ہوجائے،نہ تو ان پر دارالاسلام میں رہنے کا حکم لگتا ہے جس سے ان کے گھروں پر حملہ کرنے کی ممانعت ہو“۔

فقہاء کرام نے متفقہ طور پر یہ شرعی اصول بیان فرمایا ہے کہ:۔

”لِأَنَّ دَمَ الْكَافِرِ لَا يَتَقَوَّمُ إلَّا بِالْأَمَانِ“

(رد المختار،ج۱۵ ،ص۴۴۵۔بدائع الصنائع،ج۱۵ ،ص۲۸۴۔ الدر المختار،ج۴،ص۸۰۳)

”کافر کے خون کی کوئی حیثیت نہیں مگر یہ کہ جب اس کو امان مل جائے“

امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

”وإن كان كافرا حربيا فإن محاربته أباحت قتله وأخذ ماله واسترقاق امرأته“

(مجموع الفتاوى لابن تيمية،ج۳۲۔ص۳۴۳)

”اور اگرکافر اگر جنگ کرنے کے لائق ہو تو بلاشبہ اس کے جنگجو ہونے نے ہی اس کے قتل ، اس کے مال لینے اور اس کی عورت کو لونڈی بنانا مباح کردیا“۔

امام ابن قدامہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں:۔

”لان الاصل اباحة دم الكافر وعدم الامان“

(الشرح الکبیرلابن قدامۃ،ج۱۰،ص۵۶۰)

”اصل یہ ہے کہ کافر کا خون مباح ہے جبکہ اس کے پاس امان نہ ہو“۔

امام ابنِ نحاس رحمہ اللہ ایک کافر کے حربی ہونے کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ المغنی کے مصنف امام ابن قدامہ رحمہ اللہ نے فرمایا:۔

”مَنْ ضَلَّ الطَّرِيقَ مِنْهُمْ ، أَوْ حَمَلَتْهُ الرِّيحُ إلَيْنَا ، فَهُوَ لِمَنْ أَخَذَهُ .فِي إحْدَى الرِّوَايَتَيْنِ ؛ لِأَنَّهُ مَتَاعٌ أَخَذَهُ أَحَدُ الْمُسْلِمِينَ بِغَيْرِ قُوَّةِ مُسْلِمٍ ، فَكَانَ لَهُ ، كَالْحَطَبِ ، وَالرِّوَايَةُ الثَّانِيَةُ ، يَكُونُ فَيْءًا“

(مشارع الاشواق،ج۲،ص۱۰۵۴۔المغنی،ج۲۱،ص۱۸،رقم:۷۴۹۱)

”جوکافر بھی اپناراستہ کھو بیٹھے یا ہوا اسے ہماری طرف لے آئے (کشتیوں کی صورت میں) تو یہ کافر(اوراس کا مال)اُس مسلمان کا ہے جس کے ہاتھ میں وہ آجائے دو روایتوں میں سے ایک کے مطابق،اور دوسری روایت یہ ہے کہ وہ مالِ فے ہے“۔

امام ابنِ نحاس رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ المغنی کے مصنف امام احمد رحمہ اللہ کا یہ قول بھی نقل کرتے ہیں:۔

”وَسُئِلَ عَنْ مَرْكَبٍ بَعَثَ بِهِ مَلِكُ الرُّومِ ، فِيهِ رِجَالُهُ ، فَطَرَحَتْهُ الرِّيحُ إلَى طَرْطُوسَ ، فَخَرَجَ إلَيْهِ أَهْلُ طَرْطُوس ، فَقَتَلُوا الرِّجَالَ ، وَأَخَذُوا الْأَمْوَالَ ؟ فَقَالَ:هٰذَا فَيْءٌ الْمُسْلِمِينَ ، مِمَّا أَفَاءُ اللَّهُ عَلَيْهِمْ .“

(مشارع الاشواق،ج۲،ص۱۰۵۴۔المغنی،ج۱۲،ص۸۲ ،رقم:۷۵۵۲)

”امام احمد بن حنبل سے پوچھا گیا(کافروں کے) ایک بحری جہاز کے بارے میں جس کو روم کے بادشاہ نے روانہ کیا جس میں لوگ تھے۔ پھر ہو ا نے اسے ”طرطوس“کی طرف پہنچا دیا،تو اہلِ طرسوس نکلے اور ان لوگوں کو قتل کردیا اور ان کے مالوں کو لوٹ لیا،تو انہوں نے کہا :”یہ مسلمانوں کے لئے مالِ فے ہے۔جس کو اللہ نے انہیں عطا کیا“

امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ سے مزید سوال کیا گیا:

”وَعَنْ الْقَوْمِ يَضِلُّونَ عَنْ الطَّرِيقِ ، فَيَدْخُلُونَ الْقَرْيَةَ مِنْ قُرَى الْمُسْلِمِينَ ، فَيَأْخُذُونَهُمْ ؟ فَقَالَ يَكُونُونَ لِأَهْلِ الْقَرْيَةِ كُلِّهِمْ ، يَتَقَاسَمُونَهُمْ .“

(مشارع الاشواق،ج۲،ص۱۰۵۴۔المغنی،ج۱۲،ص۸۲ ،رقم:۷۵۵۲)

”اور ان سے پوچھا گیا(کافروں میں سے) ان لوگوں کے بارے میں جو اپنا راستہ کھوبیٹھیں پھر ایک بستی میں جاپہنچے جو کہ مسلمانوں کی

بستیوں میں سے ہواور کوئی مسلمان انہیں گرفت میں لے لیے؟تو انہوں نے جواب دیا :"تو یہ بھی اس بستی کے لوگوں کا اجتماعی مال ہے اور وہ اس کو آپس میں تقسیم کرلیں"۔

امام السرخسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

"(قَالَ) وَسَأَلْته عَنْ الرَّجُلِ يَأْسِرُ الرَّجُلَ مِنْ أَهْلِ الْعَدُوِّ هَلْ يَقْتُلُهُ أَوْ يَأْتِي بِهِ الْإِمَامَ .؟ قَالَ:أَيُّ ذَلِكَ فَعَلَ فَحَسَنٌ ؛ لِأَنَّ بِالْأَسْرِ مَا تَسْقُطُ الْإِبَاحَةُ مِنْ دَمِهِ حَتَّى يُبَاحَ لِلْإِمَامِ أَنْ يَقْتُلَهُ فَكَذَلِكَ يُبَاحُ لِمَنْ أَسَرَهُ كَمَا قَبْلُ أَخْذُهُ وَلَمَّا قُتِلَ أُمَيَّةُ بْنُ خَلَفٍ بَعْدَ مَا أُسِرَ يَوْمَ بَدْرٍ لَمْ يُنْكِرْ ذَلِكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَى مَنْ قَتَلَهُ ، وَإِنْ أُتِيَ بِهِ الْإِمَامُ فَهُوَ أَقْرَبُ إلَى تَعْظِيمِ حُرْمَةِ الْإِمَامِ ، وَالْأَوَّلُ أَقْرَبُ إلَى إظْهَارِ الشِّدَّةِ عَلَى الْمُشْرِكِينَ ، وَكَسْرِ شَوْكَتِهِمْ فَيَنْبَغِي أَنْ يَخْتَارَ مِنْ ذَلِكَ مَا يَعْلَمُهُ أَنْفَعَ وَأَفْضَلَ لِلْمُسْلِمِينَ "

(المبسوط،ج١٢،ص٣٣٧)

"اور جب میں نے (امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ سے)پوچھا ایک شخص کے بارے میں جو دشمن میں سے کسی کو پکڑتا ہے تو وہ اس کو قتل کرے یا اس کو امام کے پاس لائے تو امام ابو حنیفہ نے جواب دیا "دونوں میں سے جو بھی کرے وہ اچھا(صحیح) ہے ۔کیونکہ قیدی بنانے کی صورت میں کوئی چیز اس کے خون کے مباح ہونے کو ختم

نہیں کرتی ،تو امام اس کو قتل کرسکتا ہے ۔پس یہ قیدی بنانے والے کے لئے بھی جائز ہے جیساکہ قیدی بنانے سے پہلے (اس کا قتل جائز)تھا ۔اور جب امیہ بن خلف بدر کے روز قیدی بنانے کے بعد قتل کیا گیا تو رسول ﷺ نے قتل کرنے والے (حضرت بلالؓ) پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور اگر وہ اس کو امام کے پاس لے جائیں تو یہ امام کے مقام کے احترام کے زیادہ قریب ہے جبکہ جو پہلی بات ہے (یعنی اسے قتل کردینا) یہ مشرکین پر شدت کے اظہار اور ان کی طاقت توڑنے کے زیادہ نزدیک ہے ۔تو اسے چاہیے دونوں میں سے جو چیز مسلمانوں کے لئے زیادہ سود مند ہو اسے اختیار کرے“۔

مشہور مصری عالم دین شیخ عبدالقادر عودہ شہیدرحمہ اللہ ”حربی “کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں:۔

”دار الحرب کے باشندوں کی دو قسمیں ہیں :(۱)حربی (۲) مسلمان ۔۔۔حربی دار الحرب کے وہ باشندے ہیں جو اسلام پر ایمان نہ رکھتے ہوں اور حربیوں کا حکم یہ ہے کہ ان کو اسلام کی جانب سے کوئی تحفظ حاصل نہیں ہے اور اگر ان کے اور دار الاسلام کے درمیان کوئی معاہدہ یا صلح نہ ہو تو ان کا جان و مال مباح ہے ،کیونکہ جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں کہ اسلام میں (مال و جان کے)تحفظ کی دو صورتیں ہیں ،قبول اسلام اور امان“۔

(اسلام کا فوجداری قانون،جلد اول صفحہ ۳۷۱۔اسلامک پبلشر)

صرف جنگ میں شریک شخص" حربی"نہیں ہوتا:۔

مسلمانوں کی طرف سے اگر کافر کے ساتھ کوئی معاہدہ ہو یا اس کو پناہ دی گئی ہویا پھر جزیہ دینے پر آمادہ ہوگیا ہو تواس کوباترتیب معاہد، مستأمن اور ذمی کہتے ہیں۔۔۔اس کے برعکس وہ کافر جس سے نہ کوئی معاہدہ ہواور نہ ہی اس کو پناہ دی گئی ہو اور نہ ہی وہ جزیہ دینے پر آمادہ ہو اس کو" محارب" یا "حربی " کہتے ہیں۔
یہ بات بھی جان لینا ضروری ہے کہ کافروں پر یہ تعریف (محارب یا حربی) تب بھی لاگو ہوتی ہے جب کہ کفار مسلمانوں کے خلاف حالتِ جنگ میں بھی نہ ہوں،کیونکہ کافر کی یہ تعریف تین صورتوں یعنی معاہد،مستامن یا ذمی کے علاوہ صورتوں پر ہے کیونکہ یہ ساری صورتیں اس کے خون اور جان کی حفاظت کرتی ہیں لیکن یہ تعریف مسلمانوں کے خلاف جنگ کرنے سے مشروط نہیں ہے۔چناچہ کفر کا وصف ہی وہ چیز ہے جوکہ کافروں کی جان اور مال کو حلال کردیتی ہے۔ صرف چند صورتیں ایسی ہیں جو کہ ان کے جان اور مال کا تحفظ کرتی ہیں(کفر کی موجودگی کے باوجود)جیسے ذمی بن جانا۔
اسی وجہ سے علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں :

"وَقَدْ قَالَ عَلِيٌّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ :إنَّمَا بَذَلُوا الْجِزْيَةَ لِتَكُونَ دِمَاؤُهُمْ كَدِمَاءِنَا،وَأَمْوَالُهُمْ كَأَمْوَالِنَا"

(المغنی ،ج۲۰،ص۴۶۷۔ در المختار،ج۴ص۔۲۰۳)

”بے شک انہوں (کافروں)نے جزیہ اسی لئے دیا تاکہ ان کا مال ہمارے مال کی طرح ہوجائے اور ان کا خون ہمارے خون کی طرح ہوجائے (یعنی ان کو تحفظ مل جائے)“۔

کافر کی جان ومال کی حرمت کب ہوتی ہے؟

اس سے پہلے کے ہم ”کافر “کے بارے میں حکم شرعی کو مزید جانیں ،ہم ان استثنائی صورتوں کو اجمالاًسمجھ لیتے ہیں جن کی وجہ سے کافرکو عارضی استثنیٰ مل جاتا ہے اور اس کی جان و مال اور عزت کو عارضی تحفظ حاصل ہو جاتا ہے۔وہ تین صورتیں درج ذیل ہیں:۔

(۱)

معہد

(۲)

مستأمن

(۳)

ذمی

اس بات کو امام ابن القیم رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں:

”ثم کان الکفار معہ بعد الأمر بالجہاد ثلاثۃ أقسام أہل صلح وہدنۃ وأہل حرب وأہل ذمۃ“

(زادالمعاد۱۵۹ ۳')

”پھر جہاد کے واجب ہونے کے بعد کفار کی تین قسمیں ہوگئیں(جن کو امان ملی) صلح ومعاہدہ والے ، جنگ کرنے والے اور ذمّی لوگ“۔

(1)

معہدکا مطلب:۔

دار الاسلام کا جن کافروں سے مقررہ یا غیر مقرہ مدت کے لئے معاہدہ ہوجائے تو ان کو بھی امان حاصل ہوجاتی ہے اور ان کے بھی مال وجان کو تحفظ حاصل ہوجاتاہے۔واضح رہے کہ اکثر فقہاء کرام کفار سے کسی بھی معاہدے کی مدت دس سال سے زیادہ مقررکرنے کوصحیح نہیں سمجھتے کیونکہ اس صورت میں جہاد معطل ہوکر رہ جائے گا اور دوسرا یہ کہ یہ معاہدے غیر شرعی بنیادوں پر نہ ہوں جیسے کہ مسلمانوں کے خلاف کافروں سے کسی بھی قسم کا معاہدہ کرلینا۔

(۲)

مستأمن کا مطلب:۔

کسی بھی کافر کو اگر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ مسلمان بھی پناہ دے دے تو

اس کافر کو تمام مسلمانوں کی طر ف سے امان حاصل ہوجاتاہے اور اس کے جان ومال کوبھی تحفظ حاصل ہوجاتاہے۔البتہ اگر وہ بھی کسی جرم کا مرتکب ہوتو اس کو اس کے جرم کے مطابق سزا ملے گی۔

(۳)

ذمی کا مطلب:۔

ذمی وہ ہوتا ہے جوکہ ایمان نہ لائے لیکن مسلمانوں کواپنے مال میں سے ایک مقررہ حصہ جس کو شرعی اصطلاح میں ”جزیہ“کہا جاتا ہے، سال بھر میں ایک دفعہ دیتارہے۔لیکن یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ شریعت نے جزیہ دینے کا معاملہ صرف اہل کتاب اور مجوسیوں تک مخصوص رکھا ہے۔جیساکہ اللہ تعالیٰ کا ارشادہے:

(قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لاَ یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلاَ بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلاَ یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلاَ یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّہُمْ صَاغِرُوْنَ)

(التوبۃ:۲۹)

”ان لوگوں سے لڑتے رہوجو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ایمان نہیں لاتے (اور)جو اللہ اور اس کے رسول کے حرام کردہ شے کو حرام نہیں جانتے،نہ ہی دین حق کو قبول کرتے ہیں ،ان لوگوں میں سے جن

کو کتاب دی گئی تھی ، یہاں تک کہ وہ ذلیل وخور ہوکر اپنے ہاتھ سے جزیہ ادا کریں“۔

باقی دوسرے قسم کے کافروں کے لئے مثلاً مشرکین کے لئے تو سوائے معاہدے یا امان کے سوا کوئی اور جائے پناہ نہیں ہے۔شیخ عبدالقادر عودہ شہید رحمہ اللہ ان تینوں صورتوں کے بارے میں فرماتے ہیں :۔

”وہ حربی جن کا دار الاسلام سے کوئی معاہدہ نہ ہو تو وہ دار الاسلام میں داخل نہیں ہوسکتے اور اگر کوئی حربی دار الاسلام میں آجائے تو اس کی جان ومال مباح ہے ،اسے قتل کرکے اس کا مال سلب کیا جاسکتا ہے اور اس کو قید کرنا اور معاف کردینا بھی جائز ہے۔اور اگر کوئی حربی دارالاسلام میں اجازت سے یا مخصوص امان کی بناء پر یا کسی معاہدے کے تحت داخل ہو تو وہ مستامن ہے اور اس کے جا ن ومال وقتی طور پر محفوظ ہوجائیں گے ،کیونکہ اس کی امان بھی وقتی ہے دائمی نہیں ہے۔اس کو اجازت ہے کہ وہ دارالاسلام میں اپنی جان ومال کی حفاظت کے ساتھ قیام کرلے جس عرصے کی اسے امان ملی ہے ۔جب اس کی مدت امان ختم ہوجائے گی تو وہ دوبارہ حربی بن جائے گا جیسے کہ اگر وہ دارالاسلام چھوڑ جاتا تو اس کا جان و مال غیر محفوظ قرار پاتا ،البتہ اگر وہ(امان کی مدت ختم ہونے کے بعد) اپنے ارادے سے دار الاسلام میں رہے تو(اس میں

مختلف آراء ہیں) بعض اصحاب اس کو حربی قرار دیتے ہیں اور جبکہ بعض اس کو ذمی خیال کرتے ہیں ،اس لئے کہ وہ اپنے اختیار سے دار الاسلام میں رہ رہا ہے جس کی وجہ سے اس کے جان ومال دائمی طور پر محفوظ ہوگئے ہیں"۔

(اسلام کا فوجداری قانون،جلد اول صفحہ ۳۷۱)

یہاں ایک بات ملحوظ خاطر رہے کہ کافر کو جب ان تین میں سے کوئی ایک استثنا ء حاصل ہوتو اس کامطلب ہر گز یہ نہیں ہے کہ اس کوہر قسم کی چھوٹ مل گئی اور اب وہ جو چاہے کرتارہے۔ فقہاء کرام نے اُن تمام چیزوں کے متعلق تفصیلاً احکامات اپنی فتاویٰ اور تصانیف میں بیان کردیئے ہیں جن کی وجہ سے ان کو حاصل یہ استثنیٰ بھی ختم ہوجاتا ہے اور ان کی پچھلی حیثیت یعنی حربی ہونابحال ہوجاتی ہے۔جیساکہ مسلمانوں کے خلاف کسی دوسرے کافر کی مدد کرنا،شریعت کا استہزا،رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی وغیرہ۔

ایک اٹل حقیقت

جب سے آدمuنے اس دنیا میں قدم رکھا تو اس کے بعد انسانوں کے دو گروہ وجود میں آگئے۔ایک توحید کا علمبردار اور اللہ رب العزت کا وفادار گروہ ہے جوکہ "مسلمان" کہلایا اور دوسرا اللہ کی وحدانیت کے انکار ی اور اس سے باغی گروہ ہے جس کو شرعی اصطلاح میں"

کافر “کہا جاتا ہے۔اس حقیقت کو قرآن یوں بیان کرتاہے:

(ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّمِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ) (التغابن:۲)

”وہی اللہ ہے جس نے تمہیں پیدا کیا پھر تم میں سے کوئی کافرہے اور کوئی مومن“

توجولوگ اللہ کی وحدانیت کے اور اس کے رسولوں کے اور ان کی لائی ہوئی شریعت کے کافرہوگئے تو اللہ کی نگاہ میں وہ سب سے بدترین مخلوق ٹھہرے، اور جنہوں نے اللہ کی واحدانیت کا اور رسولوں کی رسالت کااقرار کیا اوراللہ کی عطاکردہ شریعت کی پاسداری کی تووہ سب سے بہترین مخلوق قرار پائے۔قرآن اس حقیقت کو یوں بیان کرتاہے:

(اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَہْلِ الْکِتٰبِ وَالْمُشْرِکِیْنَ فِیْ نَارِ جَہَنَّمَ خٰلِدِیْنَ فِیْہَا اُولٰٓءِکَ ہُمْ شَرُّ الْبَرِیَّۃِ () اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓءِکَ ہُمْ خَیْرُ الْبَرِیَّۃِ ())

(البینۃ:۶۔۷)

”بے شک جنہوں نے کفر کیا چاہے وہ اہل کتاب میں سے ہوں یا

مشرکین میں سے تو وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی لوگ سب سے بدترین مخلوق ہیں۔بے شک جو لوگ ایمان لائے اور صالح اعمال کئے تو وہی لوگ بہترین مخلوق ہیں“۔

حقیقت میں بہترین مخلوق تو وہ قرار پائے جو ایمان لے آئے مگر جنہوں نے انکار کیا تووہ تمام مخلوقات میں حتیٰ کہ جانوروں سے بھی بدترین مخلوق ٹھہرے۔اسی حقیقت کو قرآن یوں بیان کرتا ہے:

(اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ اللّٰہِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَہُمْ لاَ یُؤْمِنُوْنَ) (الانفال:۵۵)

”بے شک اللہ کے نزدیک مخلوق میں سب سے بدترین وہ ہیں جوکفر کریں ،پھر وہ ایمان نہ لائیں“۔

(اُولٰٓءِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ ہُمْ اَضَلُّ) (الاعراف:۱۷۹)

,

یہ(کافر) جانوروں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر“۔

اسی لئے رسول اللہ ﷺوسلم نے یہود کے قبیلے بنوقریظہ کو مخاطب کرکے فرمایا تھا:

((یا إخوة القردة والخنازیر))

(المستدرک علی الصحیحین للحاکم،ج۱۰،ص۱۱۷،رقم الحدیث:۴۳۰۱)

”اے بندراور خنزیروں کے بھائیوں!“۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے صلح حدیبیہ کے وقت حضرت ابوجندل رضی اللہ کو جب ان کے باپ ان کوقید کرکے واپس مکہ لے جارہے تھے تو ان کی طرف تلوار کا دستہ کرکے ارشاد فرمایا تھا:

((أَنَّ دَمَ الْكَافِرِ عِنْدَ اللَّهِ كَدَمِ الْكَلْبِ)) (فتح الوہاب،ج۲ص۳۲۰)

اور بے شک کافر کا خون اللہ کے نزدیک کتے کے خون جیساہے (کہ جس کے مارنے میں کوئی حرج نہیں)“۔

ان حقائق کے نتیجے میں یہ بات واضح ہوئی کہ حقیقت میں اس دنیامیں اُس انسان کو جینے کا حق حاصل ہے جوکہ کلمہ توحید یعنی اللہ کی واحدانیت اور اس کے رسولوں کی رسالت کااقرار کرتے ہوئے اسلام کے دائرے کے اندر آجائے،تو جس نے یہ اقرار کیا تو اس کا مال وجان اور عزت محفوظ ومامون ہوگئی اور جس نے ایسا نہ کیا تو اس کے مال وجان اورعزت کی کوئی حیثیت اورحرمت نہیں ۔یہی وہ حقیقت تھی جس کو سمجھانے کے لئے انبیاء ورسل آتے رہے اور یہی وہ منہج تھا جس پر رسول اللہﷺبھی کاربند ہوئے:

((أُمِرْتُ أَنْ أُقَاتِلَ النَّاسَ حَتَّى يَقُولُوا لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَمَنْ قَالَ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ فَقَدْ عَصَمَ مِنِّي نَفْسَهُ وَمَالَهُ إِلَّا بِحَقِّهِ وَحِسَابُهُ عَلَى اللَّهِ))

(صحیح البخاری،ج۱۰،ص:۹۷،رقم الحدیث:۲۷۲۷)

’’مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں لوگوں سے قتال کروں یہاں تک کہ وہ لاالہ الا اللہ کہہ دیں۔پس جس نے لا الہ الا اللہ کہہ دیا تو اس نے اپنے مال اور جان کو مجھ سے بچالیا ،مگر یہ کہ کسی حق کے بدلے میں،اور اس کا باقی حساب اللہ پر رہے گا‘‘۔

(اقتباس " عزت و ذلت اصل معیار" شیخ ابو الیاس المہاجر حفظہ اللہ)

کتاب کا تفصیل سے مطالعے کے لئے :

PDF:
http://www.divshare.com/download/18918821-b1e

Word:
http://www.box.com/s/0b978c4f0d8fdcab6cf2

Inpage:
http://dl.dropbox.com/u/9911860/inpagebooks/Izzat_Wa_Zillat_Ka_Asal_Mayar_Inpage.zip

یہ تھا ایک عام " غیر حربی " اور " حربی " کافر میں شریعت کا عام حکم، لیکن جہاں تک تعلق ہے آج کے دو رمین حربی کفار میں " امریکہ " کا تو اس بارے میں القاعدۃ کے چند مشہور علماء میں سے عمر عبد الرحمن فک اللہ اسرہ ،شیخ امام انور العولقی اور شیخ ابو یحیٰ اللبی تقبل اللہ من الشہداءتو اس سے بھی آگے گئے ہیں اور انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ اس وقت امریکہ ایک کفری ریاست ہی نہیں بلکہ کفر کا ایک عالمگیر نشان بن چکا ہے لہذا اس کی شان شوکت توڑنے کے لئے جو بھی اقدام کیا جاسکتا ہوں اس سرانجام دے دیا جائے ۔

شیخ عمر عبد الرحمن نے اپنے فتوے میں فرمایا کہ" امریکی جہاں کہی بھی ہو ، چاہیے بحر و بر میں یا فضا میں اس کو قتل کردینا چاہیے "۔

شیخ اسامہ رحمہ اللہ نے اپنے بیان فرمایاکہ " کسی امریکی کو قتل کرنے کے لئے کسی سے مشورے کی ضرورت نہیں "۔

شیخ ابو یحیٰ اللبی رحمہ اللہ نے امریکہ کو یہود کے قبیلے بنو قریظہ سے تعبیر کیا ۔

امام انور العولقی رحمہ اللہ نے اپنے ایک فتوے میں فرمایا:۔

ا"امریکہ کے معاملے میں حکومت اور عام شہریوں ، دونوں کو ہدف

بنانا چاہیے ۔ آج کے دن اور آج کے دور میں امریکہ اور امریکی لوگ "کفر کے امام " ہیں ۔جنگ کی آگ بھڑکانے والی حکومتوں کو ووٹ دینے والے امریکی عوام کسی اچھائی کی نیت کے حامل نہیں ہیں ۔ جو کوئی انہیں کسی بھی صورت ضرر پہنچاتا ہے وہ امت کے لئے خیر خواہی کررہا ہے "۔

اس فتوے پر ممکنہ خدشات مثلا" اس فتوے اور اس پر عمل سے اسلام بدنام ہوگا"، اس کا جواب دیتے ہوئے امام انور العولقی تقبل اللہ من الشہداء فرماتے ہیں :۔

"دعوت وتبلیغ کے لئے بہترین چیز "تلوار" ہے اور ایسے فتوے تلوار کی حمایت کریں گے "

کافر کی موت سے بھی لرزتا ھو جس کا دل،
کون کہتا ھے اس کو تو مسلمان کی موت مر،
اقبال.